تحقید

جلد04شمارہ02، 2023

سعود عثمانی بحیثیت سفر نامہ نگار

Saud Usmani as Travel Writer

محمد اعجاز[1]، ڈاکٹر سمیرا اکبر[2]

[1] ایم فل سکالر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد، [2]اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

Muhammad Ijaz[1], Dr. Sumaira Akbar[2]

[1] M Phil Scholar, Govt. College University, Faisalabad

[2] Assistant Professor, Dept of Urdu, Govt. College University, Faisalabad

eISSN: 2789-6331

pISSN: 2789-4169

Copyright: © 2023 by the authors. This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT:

Saud Usmani is one of the famous writer of contemporary Urdu Literature. He begun his literary life as a Poet. Later he wrote Prose also. He writes columns, doing translation from different languages and also wrote travelogue. His first collection of travelogue was published in 2020 titled: "Musafir". In this collection of travelogue, the tour of seven countries (Pakistan, India, Turkey, Iran, England, America and Thailand) is presented. There is a beautiful narrative in this travelogue. The author has colored the style of poetry, metaphors and analogies.

KEYWORDS: Saud Usmani, Urdu, Musafir, Travelogue, Metaphors

انسان جب معمول کی زندگی سے تھک جاتا ہے تو وہ تلاش سکون یا سیر کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرتا ہے۔ دنیا میں پہلا سفر حضرت آدمؑ نے زمین سے جنت تک کیا پھر واپس زمین کا سفر کیا۔ انسان نے سفر کے ذریعے مختلف علاقوں دیگر معاشروں کی قوموں کے طرز بود و باش اور تہذیب کا مشاہدہ غور سے کرنا شروع کیا اور راسے تحریری شکل دے کر دوسرے انسان تک پہنچانا شروع کر دیا۔ سفر نامہ اپنے موضوع کے اعتبار سے پر کشش بیانیہ صنف ادب ہے۔ اسے مزید پُر کشش بنانا سفر نامہ نگار کا کام ہے۔

> ”سفر نامہ کا شمار اردو زبان کی بیانیہ اصناف میں ہوتا ہے۔ سفر نامہ چونکہ چشم دید واقعات پر لکھا جاتا ہے اس لیے سفر اساسی شرط ہے۔“(1)

سفر عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی مسافت طے کرنا ہے۔ سیاحت کے لیے نکلنا ایک سے دوسری جگہ جانا۔ اردو زبان میں یہ

لفظ عربی زبان لے لیا گیا ہے اور انہیں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ فارسی میں بھی یہ لفظ عربی سے لیا گیا ہے جس کے معنی مسافت، سیاحت اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے ہے۔ڈاکٹر صدف فاطمہ نے اس طرح لکھا۔

"سفر نامہ فارسی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے معنی لکھے ہوئے خطِ فرمان یا عمومی طور پر تحریر شدہ عبارت کے ہے۔'سفر' عربی سے اور نامہ فارسی لے کر سفر نامہ کی اصطلاح واضح ہے۔"(2)

اردو میں سفر نامہ روودادِ سفر مشاہدات و تجربات کو رقم کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ انگریزی میں اس کے لیے Travelogue استعمال ہوتا ہے۔اس کے معنی اردو کی نسبت قدرے وسیع ہے۔اصنافِ نظم ونثر کی دیگر اقسام کی طرح سفر نامہ کی کوئی مکمل اور معیاری تعریف نہیں کی گئی بعض ناقدین کے نزدیک سفر نامہ کو خارج کے متعلق بیانیہ اصناف ادب میں شمار کیا جاتا ہے۔

"اگر پاؤں پڑتے ہیں تو آنکھیں سارے منظر کو سمیٹ کر سٹور کرنے کے لیے کام کرتی ہے اور انسان کا اجتماعی شعور گزرے ہوئے تجربات سے ایک جست آگے بڑھنے کے لیے سیڑھی فراہم کرتا ہے۔"(3)

سفر نامہ تاریخ ہے اور نا جغرافیہ لیکن اس صنف سے اکثر تاریخیں عالم وجود میں آئی اور جغرافیہ کے بہت سارے خاکے دستیاب ہے۔کسی ملک کے اقتصادی معاشی اور سیاسی حالات کا اندازہ سفر نامہ سے بڑی حد تک لگایا جا سکتا ہے۔

خواجہ محمد اکرام الدین اپنی کتاب "اُردو سفر ناموں میں ہندوستانی تہذیب و ثقافت"میں سفر نامے کے بارے میں لکھتے ہیں:

"دنیا میں دو بڑی Hobbies تقسیم کی گئی ہیں اوّل مطالعہ دوم سیر و سیاحت یعنی سفر"(4)

سعود عثمانی کا شمار اُردو کے نامور اور اہم شاعروں اور نثر نگاروں میں ہوتا ہے۔وہ شاعر ہیں لیکن انہوں نے نثر کی کئی اصناف میں طبع آزمائی کی۔وہ ایک ہمہ جہت ادیب ہیں ان کی ادبی شخصیت کی ایک جہت سفر نامہ نگاری بھی ہے۔ان کے سفر ناموں کا پہلا مجموعہ "مسافر" کے نام سے 2021ء میں شائع ہوا ہے۔اس مجموعے میں سات ممالک (پاکستان، ہندوستان، ترکی، ایران، یو کے، امریکہ، تھائی لینڈ) کے احوال و آثار مرتب کر کے قاری کو آدھی سیاحت کا موقع فراہم کیا گیا ہے۔

سعود عثمانی اب تک ترکی کا چار دفعہ سفر کر چکے ہیں۔اس سفر نامہ میں انہوں نے ترکی کے مختلف علاقوں کا ذکر کیا ہے اور وہاں کی تاریخ، مذہب اور تاریخی عمارات کو اس طرح بیان کیا ہے قاری کو ایسے محسوس ہوتا ہے کہ وہ سارے منظر اپنی آنکھ سے دیکھ رہا ہے۔اس سفر میں مصنف نے ایک آنکھ کو کھلا رکھا ہے اور دوسری کو بند رکھا ہے کھلی آنکھ سے منظر دکھائے ہیں اور بند آنکھ سے پس منظر اور خواب دکھائے ہیں۔

سعود عثمانی کے ترکی کے سفر نامہ میں ایک پہلو یادِ ماضی کا ملتا ہے۔ جس کو انہوں نے ایک عمدہ طریقے سے بیان کیا ہے۔یادِ ماضی سے مراد پرانی روایات سے وابستہ رہنے کا نام ہے داستان، قصے، خیالوں میں کھوئے رہنا اور انہی پر نوحہ گری کرتے رہنا ہے۔انگریزی میں اس کو "Nostalgia" کہتے ہ۔ سعود عثمانی تاریخ کا گہرا شعور رکھتے ہیں آپ یہاں بھی جاتے اس کے بارے میں مکمل جانتے ہیں تاریخی مقامات کو خود ان کے سامنے اپنا حال بیان کرنے لگتے ہیں:

"چام لیجا استنبول کے ایشائی ساحل اسکیو دار پر ایک بلند اور خوبصورت پہاڑی ہے جو ہمیشہ سے سلاطین اور امراء کی توجہ کا مرکز رہی ہے چام کا مطلب ہے پائن کا درخت اس پہاڑی پر پائن کے گھنے جنگلات موجود تھے اور سلطان مراد یہاں شکار کے لیے اکثر آیا کرتا تھا۔ بعد کے ادوار میں اس کی حیثیت بدلتی رہی چوٹی پر موجود ایک ریسٹورنٹ میں جس کے بارے میں مشہور ہے کہ اس جگہ سلطان محمد فاتح کا خیمہ ہوا کرتا تھا۔"(5)

مصطفی کمال اتاترک کا تشکیل دیا ہوا معاشرہ غیر اسلامی اور مغربی تہذیب کا آئینہ دار تھا۔ چونکہ وہ خود مغربی تہذیب کو پسند کرتا تھا اور زبردستی اس کے نفاذ کے لیے اسلامی اقتدار کے خلاف مہم شروع کی۔ جس سے ترک قوم کی اسلامی تشخیص مجروح ہوئی۔

"481 سال یہاں اذان بلند ہوتی رہی اور نمازیں ادا کی جاتی رہیں۔ حتیٰ کہ کمال اتاترک نے 1934ء میں اس مسجد کی حیثیت جبراً ختم کر دی اور اسے میوزیم بنا دیا۔"(6)

سعود عثمانی نے ترکی کو مغربی تہذیب سے مرعوب ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ کس طرح انہوں نے اپنی تہذیب کو چھوڑ دیا ہے:

"آیا صوفیہ مسجد کو عجائب گھر میں بدل دیا گیا۔ تمام مسجدوں میں عربی زبان میں اذان پر پابندی لگا دی گئی۔ رسم الخط بدل دیا گیا اور قوم اپنے مذہبی ورثے سے محروم کر دی گئی۔ روایتی اور دیرینہ لباس اتروا کر یورپین لباس پہنا دیا گیا اور یہی ترقی کا راستہ بتایا گیا۔"(7)

سعود عثمانی ترکی کے نظم و ضبط کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان کے تہذیب یافتہ ہونے کی اپنی مثال خود ہے۔ اس کے علاوہ نظامت، صفائی اور سلیقے کے حوالے سے ترکی سب سے آگے ہے۔ کسی معاشرے کی سماجی اقدار اور بامقصد تخلیقات کے نظام کو تہذیب کہتے ہیں۔ تہذیب معاشرے کی طرزِ فکر و احساس اور طرزِ زندگی کا جوہر ہے:

"نظامت، صفائی، سلیقے میں دو مسلمان قومیں اگر سب سے آگے محسوس ہوئیں تو وہ ایرانی اور ترک ہیں ان دونوں میں بھی ترک آگے ہیں۔ ترکوں کے باسلیقہ اور تہذیب یافتہ ہونے کا اندازہ عمرے اور حج کے دوران بھی ہو جاتا ہے مجھے نہیں حج اور عمرے کے کسی سفر میں کسی ترک کو لڑتے جھگڑتے دیکھا ہو۔"(8)

ترکی فن تعمیر کے حوالے سے کافی ترقی یافتہ ہے۔ مساجد کے حوالے سے ان کی تعمیرات بہت زیادہ ملتی ہیں یہ ان کی مساجد سے والہانہ محبت ہے۔ استنبول شہر مساجد کے نام سے مشہور ہے کیونکہ وہاں مشرق وسطیٰ کے کسی بھی شہر سے زیادہ مساجد موجود ہیں۔

سعود عثمانی اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

"جب سلطان احمد کے حکم پر یہ مسجد بنائی گئی تو آپ صوفیہ استنبول کی مرکزی مسجد کے طور پر

موجود تھی اس کے علاوہ سلمان اعظم کی بنائی ہوئی مشہور ترک "معمان سنان" کی جامع سلمانی بھی فاتح کے علاقے ہی مین استنبول کی دوسری بڑی مسجد کے طور پر بنائی جاچکی تھی آیا صوفیا اور معمار سنان کے طرزِ تعمیر نے میری رائے میں (جو ضروری نہیں ناقص ہی ہو) ترک مساجد پر خاص طور پر جو اثر ڈالا، اس کے بعد کا طرزِ تعمیر اس سے بہت مدت تک باہر نکل سکا۔"(9)

سعود عثمانی ترکی اور یورپی ممالک کی مخالفت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ حالانکہ ترکی یورپ کا جغرافی حصہ ہے:

"مغرب اپنی پوری بے پناہ طاقت کے ساتھ اس کی مخالفت میں کھڑا ہے۔ یورپی یونین میں ترکی کو شامل نہیں کیا گیا حالانکہ ترقی یورپی کا جغرافیائی حصہ ہے۔"(10)

ترکی ایک الگ ملک ہے اس کی اپنی تہذیب اور ثقافت ہے یورپی یونین میں ترکی کو شامل نہ کرنے کی وجہ بھی یہ ہی ہے۔ یورپ کے دہانے پر ایک مسلمان وہ بھی خود دار ہے:

"ترکی دنیا میں دو قومی نظریے کی ایک روشن مثال ہے جسے الگ محض اسی لیے رکھا گیا کہ یورپی اقوام سمجھتی ہیں کہ ترکی مذہب، ثقافت اور تمدن سے الگ ایک قوم ہے یہ دو قومی نظریہ ترکی میں مسلمانوں نے نہیں یورپی یونین نے پیش کیا ہے۔ یورپ کے دہانے ایک مسلمان ملک اور وہ بھی خود دار اور باہمت ملک۔"(11)

جہاں بھی مسلمان آباد ہیں تو ان کی اپنے مذہب سے بہت زیادہ عقیدت ہونے کے ساتھ اپنے انبیا کرام سے بھی عقیدت کا والہانہ اظہار ملتا ہے۔ اسی طرح ترکی کی عقیدت کا عالم یہ ہی ہے سعود عثمانی ترکوں کی عقیدت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اگلا کمرہ شاید دستی مال کمرہ کہلاتا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ کا پیالہ (شاید لکڑی کا)، حضرتؑ کی دستار (سفید رنگ)، حضرت موسیٰ کا عصا، حضرت داؤد کی تلوار، حضرت یحییٰ کے خطوط اور نبی اکرم ﷺ کا نقش پائے مبارک اس کمرے کی زینت ہیں۔"(12)

اس سفر نامے کا اسلوب سادہ اور رواں ہے یہ سفر نامہ روداد کے ساتھ ہمیں اردو زبان کی ثروت مندی کا احساس دلاتا ہے اس کے اسلوب اردو زبان کے علاوہ کسی زبانوں کا ملاپ نظر آتا ہے انگریزی الفاظ کا استعمال ہے جیسے کہ "انٹرنیشنل ایئر پورٹ" "سکینگ مشین" "سی سی ٹی وی" "امیگریشن کاونٹر" "ٹورسٹ ایریا" عربی زبان کے الفاظ بھی ملتے ہیں۔ "بسم اللہ" "لتفحن القطنطینۃ، فلنعم الامیر امیرھا، ولنعم الجیش ذاالک الجیش"(13) فارسی الفاظ کا استعمال

کیا گیا ہے۔"اظہار منجمد، لب گفتار دم بخود""سپر دم بتومایۂ خویش را""این کہ می یعنم بہ بیداری مت یارب یابخواب" اردو محاورات اور تشبیہات کا استعمال ملتا ہے:

"ایک سیل رواں میں بہتے پایا۔"

ایک انجیر کھایا تو طبیعت ہری ہو گئی یہ نیا غلط ہو گا کہ شہد جب تھا۔

"سلطان کا قافیہ تنگ ہونے لگا۔"

"ظالم نے ڈگڈ گاکے پیا سامنے جو آب۔"

سعود عثمانی نے ایران کا ایک دفعہ سفر کیا ہے جو 2008ء میں جنوری فروری کے مہینے کی بات ہے یہ سفر نامہ مختصر ہے مگر اس میں مفید معلومات ملتی ہیں جو ایران کے لوگوں کی سیاسی، سماجی اور اخلاقی حوالے سے ہے۔

ایران کے اس سفر نامے میں سعود عثمانی اس کے ملک کے سرد موسم سے پسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں اور ایران کی خوبصورتی کے بارے میں لکھتے ہیں۔عام خیال کیا جاتا ہے کہ اسلامی جمہوریہ ایران کی سرزمین خشک اور صحرائی ہے لیکن جب تک آپ ایران کی سرزمین کی سیر پر جائیں تو معلوم ہو گا یہ سیر زمین خوبصورت ہونے کے ساتھ زرخیز بھی ہے۔

اور خوبصورتی کے حوالے سے بھی ایران کافی ذرخیز ہے۔بقول سعود عثمانی:

"تہران میں جدھر دیکھا عام طور پر خوبصورت چہرے نظر پڑے۔اگرچہ اس ستثنائی مثالیں بھی کافی تھیں اور ایران کے کچھ علاقے خاص طور پر صحرائی علاقوں سے تعلق رکھنے والوں کے رنگ اور نقش بجھے ہوئے محسوس ہوتے ہیں لیکن اکثریت پری چہرہ لوگوں کی تھی کھلتا ہوا سنہرا انقر رنگ، تیکھے خدوخال اور کھڑے نقش پری چہرہ کہیے، ماہ تھا کیسے یا ستارہ جبین۔ بعض جگہ ہر تعبیر تشنہ محسوس ہوتی تھی اور شوق نظارہ کے لیے وقت ناکافی۔"[14]

جہاں ایران کے لوگ خوبصورت ہیں اس کے ساتھ ان کی خوش اخلاقی اور کتاب دوستی کا ذکر بھی ہمیں ملتا ہے۔کتب بنی انسان کے وقت کو ضائع ہونے سے بچاتی ہے اور انسان کے ضمیر کو روشن رکھتی ہے۔کتاب دوستی سے طبیعت کو سرور ملتا ہے۔اس وجہ سے ہی ہمیں اہلِ علم لوگ خوش اخلاق نظر آتے ہیں اس کے بارے میں سعود عثمانی لکھتے ہیں کہ ایرانی لوگ کتاب دوست اور خوش اخلاق ہیں۔

"تہران یونی ورسٹی کے طلبا و طالبات کا رویہ خوش دلی اور گرم جوشی سے مالا مال تھا سچ یہ ہے کہ یونی ورسٹی کے اطراف میں کتابوں کی ان گنت دکانیں دیکھ کر میں حیران رہ گیا صرف دو کانیں ہی نہیں ان میں خریداروں کا ہجوم بھی قابلِ دید تھا۔مجھے یاد نہیں کہ کتابوں کی اتنی دکانیں اور اتنے خریدار میں نے کسی شہر کے بازار میں کبھی دیکھے ہوں۔"[15]

اگر عورت کی آزادی کی بات ہو تو اس حوالے سے ایران سب سے آگے ملتا ہے۔ تانیثیت خواتین کی جدت پسندی اور سیاسی ، سماجی لحاظ سے جنس کی تخصیص کے بر خلاف برابری قائم کرنا اور ظلم سے آزادی حاصل کرنا ہے۔ تو یہ سب چیزیں ہمیں ایران میں نہیں ملتی ہیں:

''صبح سویرے سیاہ عباپوش خواتین کی اتنی بڑی تعداد شاید ہی کسی شہر میں سڑکوں پر نکلتی ہو لیکن تہران کی فضاؤں میں ایک خاموش اضطراب کی چاپ سنائی دیتی تھی۔''(16)

اس سفر نامے میں ہمیں عروج وزوال کا فلسفہ ملتا ہے۔ کس طرح ان پر عروج آتا ہے اس کے بعد زوال آ گیا۔ ایران کی عمارات رشک فلک پہلے ہیں اب حالت یہ ہے کہ ان کا اب نام لینے والا کوئی نہیں ہے۔

''وہ قصر شاہی جو اپنی رفعت کے اعتبار سے دستک فلک تھا جس کے دربار میں بڑے بڑے بادشاہ سجدہ ریز ہوتے تھے آج میں نے دیکھا کہ اس کے ایک کنگرے پر فاختہ بیٹھی ہوئی کہہ رہی ہے کُو کُو کُو کُو (یہ لفظ ویسے تو فاختہ کی آواز کو ظاہر کرتے ہیں لیکن لطف ہے کہ اس کے معنی بھی ہیں کہ کہاں ہیں؟ کہاں ہیں؟ اس محل کے رہنے والے کہاں ہیں۔)''(17)

اس سفر نامے کا اسلوب بہت سادہ اور رواں ہے ایک عام قاری کی سمجھ میں آنے والا ہے۔ اشعار کا استعمال بھی کیا گیا ہے کیونکہ سعود عثمانی ایک شاعر ہیں تو ان کی نثر میں بھی ہمیں شاعری ملتی ہے یا یوں کہیں وہ نثر میں شاعری کرتے ہیں۔

"سکوت میں بھی فسانہ سنائی دیتا ہے۔"

سعود عثمانی نے سفر میں جو دیکھا اور محسوس کیا اس کو نہایت سادگی سے قاری تک پہنچایا ہے انہوں اس سفر نامے میں ایران کی علاقائی عمارتوں اور ایران کے لوگوں کے اخلاق اور وسیع القلبی کو قاری کے سامنے پیش کیا ہے۔

سعود عثمانی نے اب تک برطانیہ کا سفر تین دفعہ کیا ہے جو 2010ء، 2012ء اور 2016ء میں کیا ہے برطانیہ میں سفر کرنے کی وجہ شیکسپیئر سے محبت اور وہاں مشاعروں کے انعقاد کی وجہ ہے ہر سال برطانیہ کے ایک قصبے میں مشاعرہ ہوتا ہے۔ جہاں پاکستان سے مختلف شاعر شرکت کرتے ہیں مصنف نے بھی 2010ء اور 2011ء میں شرکت کر چکے ہیں۔

ویم شیکسپیئر ایک انگریز مصنف اور شاعر ہے اور برطانیہ میں رہائش پذیر رہا ہے سعود عثمانی اپنے برطانیہ کے سفر کے دوران ان کی اہمیت وافادیت اور جو لوگ ان کے مداح ہیں بیان کرتے ہیں اتنا عرصہ گزر جانے کے ان کی مقبولیت میں کمی نہیں آئی ہے۔

علامہ اقبال بھی ہمیں ان کے مداح ہمیں نظر آتے ہیں۔ اقبال کی عقیدت کا عالم یہ ہے انہوں نے ایک نظم ''شیکسپیئر'' بھی لکھی ہے:

''موزیم کے ایک حصے میں شیکسپیئر کے لیے اقبال کے تحسینی اشعار اقبال اکادمی نے سیاہ

ثانیے کی خوبصورت تختی پر لکھ کر دیوار گیر کرادیئے۔"[18]

سعود عثمانی شیکسپیئر کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اس چھوٹے سے غیر اہم قصبے اس اہم ترین شخص نے انگریزی ہی نہیں عالمی ادب پر وہ اثرات ڈالے کہ مشرق و مغرب میں اس کے ڈرامے، اس کے کردار اور اس کے جملے گونجتے ہیں۔"[19]

ادیب کی ہمیں قدر کرنی چاہیے کیونکہ یہ ہمارے سامنے ایک معاشرے میں جو کچھ ہو رہا ہوتا ہے اسے بیان کرتا ہے۔ ہم ادب اور ادیبوں کی قدر نہیں کی قدر نہیں کرتے ہیں سعود عثمانی برطانیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ وہاں ادیبوں کی بہت قدر کی جاتی ہے:

"برونٹی سسٹرز کی تحریریں لباس، جرابیں، جوتے، قلم دان سب شیشے کے پیچھے محفوظ ہیں تحریروں میں لکھائی اتنی باریک کہ حیرت ہوتی ہے کیسے لکھی گئی ہوں گی۔ زمانے کا رواج یا کاغذ کی کمیابی؟ کہہ نہیں سکتے لیکن بس انگلیاں ختم ہو جاتی ہیں جو کاغذ پر لفظ کشیدہ کرتی ہیں جبکہ کشیدہ لفظ انسان سے زیادہ پائیدار ثابت ہوتے ہیں برونٹی سسٹرز 1846ء میں جب اپنا یہ کام کر رہی تھیں تو ٹھیک انہی مہ و سال میں ہزاروں دور برطانوی نوآبادی برصغیر پاک و ہند میں غالب، مومن اور ذوق کی انگلیاں بھی زرد کاغذوں پر اپنا دل لکھ رہی تھیں رہے نام اللہ کا۔"[20]

مغرب نے اپنے ادیبوں کی عزت کی ہے اور ان سے وابستہ روز مرہ کی چیزیں ویسے ہی موجود ہیں اور ادھر برصغیر میں بھی ادیبوں نے اتنا ہی ادب تخلیق کیا ہے لیکن ہم نے ان کی قدر نہیں کی ہے۔ میر تقی میر، غالب، فیض، سرسید احمد اور مولانا محمد حسین کی بے پناہ خدمات ہمیں ملتی ہیں۔ لیکن ان سے وابستہ ذاتی کوئی چیز ہمیں کسی جگہ نظر نہیں آتی۔ برمنگھم برطانیہ کا دوسرا بڑا شہر ہے پورے برمنگھم میں تقریباً ساٹھ ہزار ہندوستانی آباد ہیں اس آبادی کا ایک حصہ اردو بولتا ہے اور سمجھتا ہے۔ اعداد و شمار کے مطابق انگریزی کے بعد اُردو ہی برمنگھم کے کثیر اللسانی معاشرہ کی بڑی زبان ہے۔

برصغیر سے باہر اردو ادب شاعری تنقید نثر و صحافت کے میدان میں اکثر معروف شخصیتیں برمنگھم ہی سے ہیں۔ برمنگھم شروع سے ہی اردو دانوں کا گڑھ رہا ہے۔ ہر سال اکتوبر کے شروع میں دو ہفتے کا ادبی میلہ سجتا ہے اس سال یہ میلہ 29 ستمبر سے 15 اکتوبر تک اپنی 250 مختلف قسم کی تقریبات ہوتی ہیں قصبے اور اطراف کے ادب دوست رضاکارانہ طور پر اپنی خدمات سرانجام دیتے ہیں ان تقریبات میں ایک منفرد اور رنگارنگ بین اللسانی مشاعرہ بھی ہوتا ہے۔ سعود عثمانی برطانیہ میں اردو کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"انگریزی کی رویات پسندی اور ادب دوستی پر دو آراء نہیں ہو سکتی اس مشاعرے کی نظامت ہتب ہیلن روز گڈوے (Helen Rose Gadway) کرتی ہیں اور انگریزی کے علاوہ زیادہ تعداد اردو شاعروں کی ہوتی ہے ہماری شاعری خصوصاً غزل نے جو دیگر زبانوں اور ان زبانوں کے لکھنے والوں پر

جو اثرات چھوڑے ہیں۔"[21]

یہ مصنف کا اپنا اسلوب ہوتا ہے جو کہ اس کی اپنی شخصیت کا برتھ ہوتا ہے۔ مصنف کا کسی خیال کو اپنے مخصوص انداز میں تحریر کرتا ہے۔ وہی طرز تحریر اسلوب کہلاتا ہے اسلوب کسی بھی فن پارے میں اہمیت کا حامل ہے۔ اگر اس سفر نامے کے اسلوب کو دیکھا جائے تو اس میں ایک رنگا رنگی ہے:

"اس شام شفق کے بھیگتے رنگوں میں پینٹوں پہاڑی سے نیچے اترتے ہوئے خشک ہوا۔"

مختلف زبانوں کے الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے

اس کے علاوہ پنجابی اور عربی کے الفاظ کا استعمال نہایت موزوں جگہ پر کیا گیا ہے جس طرح سعود عثمانی انگریزوں کی فتح کا واقعہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے مرہٹوں کو شکست دے کر ہندوستان کی قیمتی چیزیں برطانوی جوہروں کو بہت مہنگے داموں فروخت کیں جوہریوں نے اس کے کھڑے کر کے بیچ دیئے: "اللہ اللہ خیر سلا"

اس سفر نامہ کے اسلوب میں ہمیں محاورات کا استعمال بھی ملتا ہے۔ جس سعود عثمانی شمالی وہیز یو کے کے مختلف قصبوں اور شہروں کے ناموں کے بارے کہتے وہ رواں نہیں ہیں یہ مقامات آہ وفغاں ہیں:

"اس فیصلے کے بعد اب میں ان ناموں سے دست بر دچار ہو چکا ہوں۔"[22]

سعود عثمانی نے امریکہ کا سفر 2018ء میں ایک دفعہ کیا ہے۔ اس سفر نامہ میں انہوں نے عروج کو زوال کی داستان کے ساتھ وہاں کے لوگوں کے رویوں کا بیان ہے اور وہاں مقیم پاکستانیوں کی وطن سے محبت سے متاثر نظر آتے ہیں اس کے علاوہ امریکہ کے سیاسی اور تاریخی واقعات کا بیان ہے۔

عروج ہے تو اسے زوال بھی آتا ہے قرآن نے بھی ہمیں کہا ہے کہ خالق کائنات قوموں کے درمیان دونوں کو بھرتا رہتا ہے عروج و زوال تاہم بے وجہ ہر گز نہیں سعود عثمانی لکھتے ہیں کہ کیسے کیسے عروج مند زوال کا شکار ہو گئے لیکن اب ان کے عروج کی کہانی صرف افسانے کی صورت میں ملتی ہے:

"دل نے سوچا کہ جو عروج صدیوں میں مکمل ہوا اسے زوال ہوتے ہوئے بھی تو صدیاں چاہئیں لیکن پھر خیال آیا کہ یہ بھی لازمی نہیں ہمارے سامنے کیسے کیسے عروج مند زوال کا شکار ہوئے اور اس طرح کہ ان کے عروج کی بات بھی اب افسانے سے زیادہ نہیں لگتی۔"[23]

اس سفر نامہ کا اسلوب رنگین ہے اس کی زبان میں کی چاشنی ہے۔ دوسری زبانوں کے الفاظ بھی ہمیں ملتے ہیں سعود عثمانی موقع

کی مناسبت سے فارسی الفاظ کا استعمال کیا ہے۔ قدرتی اور ہائبرڈ پھلوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تمیز رنگ و بو ہر ما حرام است"

فارسی کے علاوہ انہوں نے انگریزی زبان کے الفاظ کا استعمال بھی کیا مصنف نے امریکہ میں اپنے میزبانوں کے گھر میں درختوں کے تعارف کے دوران مختلف درخت دیکھے ان جیسا سائز انہوں نے کبھی نہیں دیکھا:

"آرگینک (Organic) تھے ہائبرڈ نہیں جبکہ پہلا درخت ہائبرڈ (Hybrid) ٹیکنالوجی کا نیا نمونہ۔"

اس سفر نامہ میں اردو محاورات کا استعمال بھی کیا ہے

"یہ مشعل روشن رکھے ہوئے ہیں۔"

"جواب سے آنکھیں چرا لینے ہی میں عافیت محسوس ہوتی ہے۔"

سعود عثمانی نثر نگار ہونے کے علاوہ شاعر بھی ہیں تو ہمیں ان کی نثر میں شاعری کا رنگ نظر آتا ہے۔ وہ مواقع کی مناسبت سے واقعہ میں ایک شعر لگانے کے فن سے باخوبی واقف ہیں جو ان کے اسلوب کو رنگین بنا دیتا ہے۔

جب مصنف بس میں سفر رہا ہوتا ڈرائیور سخت مزاج بندا ہے جب گفتگو کرنے کی کوشش تو وہ اپنا سخت لہجے میں کہتا ہے اگر ایکسیڈنٹ ہو گیا تو ذمے دار تم ہوگے اس کے بعد مصنف اور اس کے دوست ایک لمبی چپ اختیار کر لیتے ہیں اور کہتا ہے جو منیر نیارے کے شعر کا ایک مصرع ہے:

"اس کے بعد اک لمبی چپ اور تیز ہوا کا شور"

سعود عثمانی نے سیام (تھائی لینڈ) کا ایک مرتبہ 2014ء میں سفر کیا ہے۔ یہ سفر نامہ مختصر ہے۔ اس میں وہاں کے لوگوں کے رہن سہن اور ان کی زندگی کے بارے میں معلومات ملتی ہیں اس سفر نامہ کے مطالعہ سے ہمیں سیام کی سیاحت کے بارے میں اچھی خاصی معلومات بھی ملتی ہے۔

پیسہ یا زر ایک ایسی شے ہے جسے اجناس اور خدمات وغیرہ کے تبادلے میں دیا جاتا ہے جس چیز کو خریدنے کے لیے جتنے پیسے یا زر کی ادائیگی ہوتی ہے وہ رقم اس چیز کی قیمت کہلاتی ہے، سعود عثمانی تھائی لینڈ کے سفر نامہ میں لکھتے ہیں کہ سیام شہر کی روزگاری کا دارومدار سیاحت پر ہے لوگ یہاں سیاحت کے لیے آتے ہیں اور اس پیسے سے وہاں کے لوگوں کی روزمرہ کی زندگی کا گزر بسر ہوتا ہے:

"وہ کھڑے نقش و نگار والی گوری نسل کے سیاحوں کی خدمات میں مصروف اور منہمک، ملاح اور ان کے مددگار، سیامی لوگ نسبتاً چھوٹے قد کے، کھلی سانولی رنگت والے اور عام طور پر بے ضرر لوگ ہیں اور دنیا بھر میں جہاں پیسے والی مخلوق سیر کرنے آئی ہو وہاں کاروباری خوش

اخلاقی اور خوشامد کے ساتھ چلائی ایسی مہارت سے گوندھی جاتی ہے۔“[24]

اس سفر نامہ کا اسلوب سادہ اور رواں جس میں ہمیں ہمیں دوسری زبان کے الفاظ بھی ملتے ہیں۔ جو زیادہ تر انگریزی زبان کے ہیں۔

حوالہ جات

1. محمد شہاب الدین، ڈاکٹر، اردو میں حج کے سفر نامے، علی گڑھ یونیورسل بک ہاوس، 2008ص 23
2. مولوی محمد حسین، (مترجم) سفر نامہ ابنِ بطوطہ، لاہور؛ تخلیقات، 2001ص 19
3. صدف فاطمہ، ڈاکٹر، خواتین کے اردو سفر ناموں کا تحقیقی مطالعہ، کراچی: انجمن ترقی پاکستان، 2011، ص 10
4. اکرام الدین، خواجہ، اُردو سفر ناموں میں تہذیبی و ثقافت، نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان، 2013ء، ص 4
5. سعود عثمانی، مسافر، لاہور: ادارہ اسلامیات، 2021ء، ص 177
6. ایضاً، ص 186
7. ایضاً، ص 192
8. ایضاً، ص 197
9. ایضاً، ص 202
10. ایضاً، ص 204
11. ایضاً، ص 206
12. ایضاً، ص 220
13. ایضاً، ص 217
14. ایضاً، ص 212
15. ایضاً، ص 180
16. ایضاً، ص 205
17. ایضاً، ص 239
18. ایضاً، ص 190
19. ایضاً، ص 248
20. ایضاً، ص 255
21. ایضاً، ص 262
22. ایضاً، ص 261

23. ایضاً، ص261
24. ایضاً، ص259